اسلام کا قانونِ تعزیر

☆ ——— ڈاکٹر عبدالعزیز عامر

تعزیری سزاء کے مقاصد

اسلامی شریعت میں تعزیری سزا کی تجویز کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو تنبیہ کی جائے اور لوگ جرائم سے باز آجائیں، لوگوں کی اصلاح کی جائے اور انہیں تہذیب سے روشناس کرایا جائے، اگرچہ اس کے علاوہ بھی بعض مقاصد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی شریعت نے ان تمام سزاؤں کو منع کر دیا جن میں ان مقاصد سے تجاوز کیا جاتا ہے۔ مثلاً اسلامی قانون نے مجرم کو مارنے پیٹنے اور اذیت دینے سے منع کر دیا، انسان کی انسانیت کو برباد کرنے سے روکا۔ اور ایسی تمام تعزیرات کو موقوف کر دیا جن کے نتیجے میں انسان تلف ہو جائے، الّا یہ کہ جہاں انسانی جان کا تلف کرنا از روئے قانون لازمی ہو گیا ہو۔

ان صفحات میں ہم اسلامی شریعت کے تعزیری مقاصد اور ان کے نتائج سے قدرے بحث کریں گے اور اس کے بعد انسان کے بنائے ہوئے قانون کے تعزیری مقاصد سے بھی بحث ہو گی تاکہ انسانی قانون اور الٰہی شریعت کے درمیان تقابل ممکن ہو سکے۔ وہ مقاصد مختصراً حسب ذیل ہیں:۔

زجر و توبیخ | امام زیلعی متن کنز کی شرح میں کہتے ہیں کہ تعزیری سزا کا مقصد زجر و توبیخ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعزیری سزاؤں کو "زواجر غیر مقررۃ" کہتے ہیں، یعنی ایسی سزائیں جو مقرر

نہیں [1]

زجر کے معنی مجرم کو عادی مجرم بننے یا جرائم میں حد سے گزرنے سے روکنا ہے۔ غیر مجرم کے لحاظ سے زجر کے معنی ہوں گے اسے ارتکاب جرم سے روکنا۔[2] کیونکہ مجرم کے علاوہ دوسرا شخص یہ جانتا ہے کہ جرم کے ارتکاب کرنے والے کو جو سزا دی گئی ہے، وہ صرف اس کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر اس نے بھی اس جرم کا ارتکاب کیا تو وہ اس پر بھی لازماً جاری ہوگی۔ چنانچہ زجر سے دہرا فائدہ ہوگا، ایک تو مجرم دوبارہ جرم کے ارتکاب سے رک جائے گا اور دوسرے غیر مجرموں کے لئے بھی یہ سزا باعثِ عبرت ہوگی۔ وہ اس جرم کے ارتکاب سے باز رہیں گے بلکہ اس کے ماحول سے بھی دور بھاگیں گے۔ لفظ تعزیر کے لغوی اور قانونی دونوں معنوں سے یہ ظاہر ہوتا

---

1. شرح الزیلعی علی متن الکنز، ج ۲، ص ۲۱۰، طبع اول ۱۳۱۳ھ۔ فصول الاستروشنی ص ۲ — السندی ج ۷، ورقہ ۵۹۸، ص ۱۔

2. الاستروشنی، ص ۵۷، کہتے ہیں: جو شخص ایسی بات کرے جو کفریہ کلمات کے قریب ہو تو اسے بھی سخت تعزیری سزا دی جائے گی تاکہ وہ آئندہ ایسی بات کرنے سے باز آجائے۔ السندی ج ۷ ورقہ ۵۹۸، ص ۱ میں لکھتے ہیں: "تعزیر برے افعال کے دہرانے سے روکتی ہے"، "تعزیر درحقیقت مفسدانہ افعال کی عادت سے روکنے اور تنبیہ کرنے کا نام ہے۔" ورقہ ۵۹۹، ص ۱ "تعزیری سزا کو اپنی معنویت کے لحاظ سے قانونی حیثیت دی گئی ہے کہ قبیح افعال کے مرتکب کے لئے زجر و توبیخ واجب ہے تاکہ وہ ان سے بھی زیادہ قبیح افعال کے ارتکاب سے باز رہے۔"
مالکیہ، شوافع اور حنابلہ بھی تعزیر کے اس مفہوم کے بارے میں حنفیہ کے ساتھ متفق الرائے ہیں۔ ملاحظہ ہو مالکیہ کا تبصرۃ الحکام، ابن فرحون، مطبوعہ برحاشیہ فتح العلی المالک، ج ۲ ص ۳۶۶، ۳۶۸ — ۳۷۰، اور شوافع کے نزدیک نہایۃ المحتاج، ج ۷، ص ۱۷۴، الاحکام السلطانیہ، الماوردی، ص ۲۲۴ اور حنابلہ کے نزدیک کشاف القناع، ج ۴، ص ۷۳، ۷۵ — ۷۶۔

ہے کہ شارع کا مقصد لوگوں کو جرائم سے باز رکھنا ہے۔[۳]

---

[۳] السندی، ج ۷، ورقہ ۵۹۸ میں لکھتے ہیں: "مغرب" میں تعزیر کے لغوی معنی ممانعت اور باز رکھنے کے ہیں۔ تعزیری سزا بھی انسان کو قبائح کی عادت سے روکتی ہے۔ کہا جاتا ہے۔ عزّرت فلاناً، جب آپ اس کے ساتھ ایسا سلوک کریں کہ وہ اسے قبائح کے ارتکاب سے روک دے اور وہ انہیں چھوڑ دے، جیساکہ امام رازی نے کہا ہے۔ امام زمخشری کشاف میں لکھتے ہیں: "وآمنتم برسلی وعزرتموھم یعنی تم نے ان کی مدد کی اور انہیں دشمن کے ہاتھوں سے باز رکھا۔ اسی مادے سے لفظ تعزیر نکلا ہے جس کے معنی پھیرنا اور شر و فساد کی عادت سے باز رکھنے کے ہیں . . . صاحب ضیاء العلوم نے لکھا ہے کہ تعزیر ایک ایسی سزا ہے جو حد سے کم ہوتی ہے اور اس کا مقصد تادیب ہوتا ہے۔ اور تعزیر کے معنی تعظیم اور مدد کے بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" تعزروہ " یعنی تم نبی کی مدد کروگے! اس پر صاحب بحر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "صاحب ضیاء العلوم نے جو کچھ کہا ہے، وہ اس لفظ کے لغوی معنی ہیں۔ اور صاحب" المغرب" نے جو کچھ کہا ہے وہ اس لفظ کے قانونی معنی ہیں۔" میں سمجھتا ہوں صاحب المغرب نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی اس لفظ کا لغوی مفہوم ہے جیساکہ ہم اوپر کشاف کے حوالے سے نقل کر آئے ہیں۔ البتہ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس کی علت غائیہ کو بھی بیان کر دیا ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو خود قانونی تعزیر میں بھی" نصرت" کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ کیونکہ جس شخص کو مار پیٹ کی تعزیری سزا دی جاتی ہے، گویا تعزیر دہندہ ایک طرح اس کی مدد کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اسے برائی سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ" اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم" کسی نے دریافت کیا حضورؐ اس کی تو ہم مدد اس لئے کریں کہ وہ مظلوم ہے مگر ظالم کی مدد کیونکر کریں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ ظالم کی مدد یوں کہ آپ اس کا ہاتھ پکڑ لیں اور اسے ظلم کرنے سے باز رکھیں اور مذکورہ شخص کو بھی حد سے کم درجے کی تادیب کی گئی اور اسے دوبارہ ارتکاب

(باقی اگلے صفحہ پر)

وہ جرائم جو مستوجب تعزیر ہیں دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جن میں کسی ناجائز فعل کا ارتکاب کیا گیا ہو اور دوسرے جن میں کسی واجب العمل کام کو ترک کیا گیا ہو۔ اس لئے محرمات میں "منع" کا مفہوم ارتکابِ جرم سے رکنا ہوگا، مگر ترک واجب کی صورت میں منع کا مفہوم ترک عمل سے رکنا ہوگا۔ یعنی اسے سزا اس لئے دی جائے گی کہ وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو سرانجام دیتا رہے۔ مثلاً تارک صلوٰۃ، مانع زکوٰۃ اور دوسرے انسانی حقوق نہ ادا کرنے والوں کو تعزیری سزا اس لئے دی جاتی ہے کہ وہ ان فرائض کو سرانجام دیں۔ یہ یاد رہے کہ بعض اوقات ان دوسرے قسم کے جرائم پر قسم اوّل یعنی ارتکاب محرمات کے مقابلے میں زیادہ سزا دی جاتی ہے، کیونکہ ترک واجب سے روکنے کے معنی یہ ہیں کہ اسے اداء واجب پر مجبور کیا جائے، لہذا ایسے مجرم کو یکے بعد دیگرے سزا دی جا سکتی ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے فرض کو ادا کرے۔ لہذا ایسی سزا اس وقت تک جاری رہے گی جب تک جرم کا ارتکاب جاری رہے۔ ایسے حالات میں بھی تعزیری سزا سے مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے[۴]۔ یہ مفہوم اس شخص کی نسبت سے ہے جس نے جرم کا ارتکاب کیا۔ یعنی جس نے فعل حرام کا ارتکاب کیا یا اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی برتی۔ لیکن عوام الناس کی نسبت سے تعزیر کا مفہوم یہ ہوگا کہ ایک عام آدمی مجرم کو سزا پاتے دیکھ کر ارتکاب جرم یا ترک واجب سے باز آجائے کیونکہ اسے یقین ہو جائے گا کہ اگر اس نے جرم کا ارتکاب کیا تو اسے بھی یہی سزا دی جا سکتی ہے۔

چونکہ تعزیری سزا کا مقصد مجرم کو ارتکاب جرم سے باز رکھنا ہے۔ اس لئے یہ سزا اس قدر ہونی چاہیئے جس سے یہ مقصد پورا ہو جائے۔ نہ تو اس قدر کم ہو کہ مجرم ارتکاب جرم سے باز نہ آئے اور نہ اس قدر زیادہ ہو کہ جس کی ضرورت نہ ہو[۵]، پس مقصد پورا ہو جس کے لئے یہ

(گزشتہ صفحہ سے آگے) ظلم سے روکا گیا۔ لہذا درحقیقت دونوں کے مفہوم میں کوئی خاص فرق نہیں ہے، جیسا کہ المغرب اور ضیاء العلوم کے مصنف نے لکھا ہے۔"

[۴] تبصرۃ الحکام، مطبوعہ بر حاشیہ فتح علی مالک ج ۲، ص ۳۶۶۔ السیاسۃ الشرعیۃ، ابن تیمیہ ص ۵۵۔ الحسبۃ فی الاسلام، ابن تیمیہ، ص ۳۹، ۴۳۔

[۵] شرح الزیلعی، ج ۳، ص ۲۱۰۔ حاشیہ ابن عابدین، ج ۳، ص ۱۸۳

سزا تجویز کی گئی۔ آگے چل کر نفاذ سزا کے باب میں ہم اس پر بحث کریں گے کہ جب تعزیری سزا کا مقصد مجرم کو ارتکاب جرم سے روکنا ہے، تو یہ بات ضروری ہے کہ مختلف لوگوں کے لئے وہ مختلف ہو۔ کیونکہ لوگ کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ لعض لوگ محض پند ونصیحت سے بھی رک جاتے ہیں۔ لعض لوگ ایک دو تھپڑ کھانے سے ہی ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ لعض کو اچھی خاصی مارپیٹ کی ضرورت ہوتی ہے۔ لعض کو سزائے قید کی ضرورت ہوتی ہے۔ نیز جس طرح مختلف مجرموں کے لئے مختلف سزائیں ہوتی ہیں، اسی طرح مختلف جرائم کے لئے بھی مختلف سزائیں ضروری ہوتی ہیں۔

لعض جرائم ایسے ہوتے ہیں جن میں صرف ایسی سزا ہی مفید ہوتی ہے جس کی مدّت متعین نہ ہو۔ ایسے جرائم میں مجرم کو غیر معین مدّت کے لئے قید میں رکھا جاتا ہے اور پہلے سے سزا کی مدت کا تعین نہیں کیا جاتا۔ ایسے جرائم میں سزا کی میعاد کا تعین مجرم کی اصلاح نفس اور توبہ کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ ایسی سزا معدودے چند جرائم یا ایسے خطرناک مجرموں کو دی جاتی ہے جن کی اصلاحِ حال اس کے لغیر ممکن نہ ہو۔ اور نہ ہی ایسے مجرموں کی اذیت رسانی سے عوام محفوظ رہ سکتے ہوں۔ چنانچہ ایسی سزا دینے کے متعدد فائدے ہیں۔ اس سے ایک تو ان کے ارتکابِ جرم کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ عوام الناس ان کی ایذا رسانی سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ دوسروں کے لئے یہ سزا تازیانہ عبرت بھی ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس سزا یابی سے خود مجرم کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب تک وہ توبہ نہ کرے وہ یہ سزا بھگتتا رہے گا۔[۶]

لعض حالات ایسے ہوتے ہیں کہ سزائے موت کے سوا کوئی تنبیہہ و سزا مفید نہیں ہوتی۔ مثلاً لعض ایسے جرائم جو بار بار کئے جانے سے سخت نوعیت اختیار کر لیتے ہیں جبکہ ان کے مماثل

---

[۶] فصول الاستروشنی، ص ۲۰، تبصرۃ الحکام لابن فرحون، ج ۲، ص ۳۶۸-۳۷۰، نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، ج ۷، ص ۱۷۴- الاحکام السلطانیۃ الماوردی، ص ۲۲۴- کشاف القناع ج ۴، ص ۷۵

جرائم میں شارع کی طرف سے سزائے موت مقرر بھی ہو۔ یا ایسے مجرموں کے لئے جو عادی مجرم بن گئے ہوں اور ان کی حالت یہ ہوگئی ہو کہ ان پر کسی دوسری سزا کا کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔ مثلاً کسی کو وزن دار چیز کے نیچے دبا دینا اور قتل کر دینا، گلا گھونٹ دینا، لواطت (امام ابوحنیفہ کے نزدیک) جبکہ ان جرائم کا ارتکاب بار بار کیا جائے۔ غرض ان جرائم کے ارتکاب کی صورت میں بعض اوقات سزائے موت دی جاتی ہے تاکہ مجرم اپنے جرم کی سزا پائے۔ اور معاشرہ اس کی اذیت سے نجات پائے۔ اور ملک جرائم سے پاک ہو۔ کیونکہ ایسے شخص کی مثال عضو فاسد کی سی ہے، جسم سے اس کا کٹ جانا ہی دوسرے اعضاء کے لئے بہتر ہے۔ اسی طرح معاشرے کو ایسے فرد سے پاک کر دینا ہی دوسرے افراد معاشرہ کے لئے مفید ہے۔ اس سزا کے ذریعہ ایک تو مجرم کے لئے پھر ارتکابِ جرم کے مواقع نہیں رہتے، دوسرے معاشرہ کے بقیہ افراد کے لئے بھی یہ سزائے موت سامانِ عبرت بن جاتی ہے اور اس کے بعد بیشتر لوگ ایسے جرم کے ارتکاب سے خود بخود باز آجاتے ہیں۔

اصلاح اور تربیت

اسلامی قانون نے سزا دہی کے معاملے میں صرف تخویف عبرت آموزی اور زجر و توبیخ ہی کو پیش نظر نہیں رکھا بلکہ اس نے بذاتِ خود مجرم کی بھی خاص رعایت ملحوظ رکھی ہے۔ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ اسلامی قانون نے، مجرم کی اصلاح و تربیت اور اس کی ہدایت و نصیحت کو مقاصد سزا دہی میں سرفہرست رکھا ہے۔ تاکہ لوگ محض دینی جذبہ اور دلی خواہش کی بنا پر ارتکابِ جرم سے باز رہیں۔ مجرم محض خوف سزا کی وجہ سے جرم سے باز نہ رہیں بلکہ وہ پاکیٔ نفس، جرم سے نفرت اور خوف خدا اور حصولِ رضاءِ الٰہی کے پیش نظر ارتکاب جرم سے باز رہیں، کیونکہ معاصی درحقیقت حدودِ الٰہی ہوتے ہیں اور حدودِ الٰہی سے تجاوز کا مطلب یہ ہے کہ انسان نے راہِ حق سے انحراف کر لیا ہے اس نے امر الٰہی سے سرتابی اختیار کی ہے، لہٰذا وہ سزا کا مستوجب ہوگیا ہے۔ یہ دینی جذبہ جرائم کی بیخ کنی اور معاشرے کو جرائم سے پاک کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس جذبہ کی وجہ سے مجرم ارتکابِ جرم سے پہلے سوچتا ہے کہ اسے اللہ دیکھ رہا ہے اور یہ کہ اللہ وہ ذات ہے جو نظر باز کو بھی دیکھ رہی ہے بلکہ وہ دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔ دنیا میں وہ پکڑا جائے

یا بچ نکلے آخرت کے عذاب سے وہ اپنے آپ کو کسی صورت میں نہ بچا سکے گا۔ یہی وہ طریقہ ہے جس کی طرف تمام اہل علم مائل ہیں جس کے حصول کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور جسے انتہائی دشواریوں کے بعد حاصل کیا جاتا ہے۔

اسلامی شریعت میں اس جذبے کی اہمیت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ تعزیری سزا کی غرض وغایت مجرم کی تربیت اور تادیب و اصلاح ہے۔ اس سزا سے اس کے نفس کی تربیت ہو جاتی ہے اور وہ جرائم سے باز آجاتا ہے نیز مسلم معاشرہ بھی اس سے اصلاح پذیر ہو جاتا ہے اور ٹھوس بنیادوں پر استوار ہو جاتا ہے۔[۷]

آئندہ سزائے قید کی بحث میں آپ پڑھیں گے کہ حبس دوام کی میعاد صرف یہ ہے کہ مجرم تائب ہو جائے اور اصلاح قبول کرلے۔ حبس دوام کی وجہ سے اس کی ایسی اصلاح ہو جائے اور اس کے اندر ایسا دینی جذبہ پیدا ہو کہ از خود جذبہ دینی کے تحت جرم سے باز آجائے۔[۸] یہی وجہ

---

[۷] شرح الزیلعی علی متن الکنز، ج ۳، ص ۲۱۱، طبع اول ۱۳۱۳ھ لکھتے ہیں: "تعزیری سزا اصلاح و تادیب کے لئے دی جاتی ہے"۔ فصول الاستروشنی ص ۲۔ لکھتے ہیں: "تعزیری سزا تادیب و اصلاح کے لئے ہوتی ہے۔ البتہ حد میں ضروری نہیں ہے کہ تادیب مقصود ہو"۔ ایضاً ص ۲۳۔ تبصرۃ الحکام، ابن فرحون ج ۲، ص ۳۶۶، یہ کتاب فتح العلی المالک کے حاشیے پر مطبوعہ ہے۔ لکھتے ہیں: "تعزیری سزا کا مقصد تادیب، حکمت عملی اور زجر و توبیخ ہے"۔ الحکام السلطانیہ، الماوردی، ایضاً ص ۲۴۴ لکھتے ہیں "تعزیر کا مقصد تادیب، حکمتِ عملی اور زجر و توبیخ ہے"۔ ایضاً ص ۲۲۴ پر لکھتے ہیں: تعزیری سزا ایسے جرائم پر دی جاتی جس میں حد مشروع نہ ہو۔ یہ اس لحاظ سے حد کے مماثل ہے کہ اس کا مقصد بھی تادیب حکمت عملی اور زجرِ توبیخ ہے۔ البتہ یہ مختلف جرائم میں مختلف ہوتی ہے"۔ کشاف القناع، ج ۴، ص ۷۳، ۷۴، المغنی، ابن قدامۃ ج ۱۰، ص ۳۴۹۔ الشرح الکبیر، مطبوعہ بر حاشیۂ حوالۂ سابق، ص ۲۶۱

[۸] حاشیہ ابن عابدین، ج ۳، ص ۱۸۷

ہے کہ فقہاء نے کہا ہے کہ تعزیر کی مشروعیت کا مقصد مجرم کی تطہیر ہے۔ اس کے ذریعے مجرم کا نفس جرائم کی میل کچیل سے پاک وصاف ہو جاتا ہے، مجرم جادۂ مستقیم پر قائم ہو جاتا ہے۔ مجرمین کے دائرہ سے باہر آجاتا ہے اور پاکیزہ لوگوں کے معاشرے میں داخل ہو جاتا ہے۔[9]

اسلامی شریعت، جس میں سزائے تعزیر کا مقصد اصلاح اور زجر و توبیخ ہے، چاہتی ہے کہ ایک ایسا صالح معاشرہ تعمیر کیا جائے، جس میں محبت و آشتی کا دور دورہ ہو۔ بغض و عداوت کے اسباب کا خاتمہ ہو جائے۔ ہر شہری اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس رکھتا ہو اور اس معاشرے میں شر کی راہ واضح ہو تاکہ لوگ اس سے بچیں اور خیر کی راہ بھی واضح ہو تاکہ لوگ اسے بسہولت اختیار کر سکیں، اور اس میں جرم کے مواقع کم سے کم ہوں۔ یہ وہ بلند مقصد ہے جس کے لئے دورِ حاضر کے علماء اور مصلحین کوشاں ہیں۔ مسلم فقہاء کی اکثریت نے اس موضوع پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: "تعزیر کی ضرورت اس لئے پڑتی ہے کہ معاشرے سے فساد دُور ہو اور دنیا فساد و برائی سے پاک ہو جائے"۔[10] گزشتہ صفحات میں تعزیر کے جو اغراض و مقاصد بیان کئے گئے ہیں ان سے مطلوب یہ ہے کہ مستقبل میں جرائم کا صدور نہ ہو، چاہے خود مجرم سے ہو یا دوسرے لوگوں سے۔

دوسرے مقاصد

فقہاء کے اقوال اور روح شریعت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اغراض کے علاوہ تعزیری سزا کے کچھ اور مقاصد بھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ جرم بذاتِ خود ایک مذموم چیز ہے۔ یہ انصاف کے شعور کو مجروح کرتا ہے اور افرادِ معاشرہ کے دلوں

---

[9] ایضاً ص ۱۸۳۔ فصول الاستروشنی، ص ۲، السندی ج ۷، ورقہ ۵۹۹، ص ۲

[10] شرح الزیلعی علی متن الکنز ج ۳، ص ۲۰۰، لکھتے ہیں: "غیر مقررہ سزاؤں کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ دنیا سے فساد دُور ہو، جس طرح حدود (مقررہ سزاؤں) کی ضرورت ہوتی ہے۔ حاشیہ ابن عابدین ج ۳، ص ۱۸۲۔ کشاف القناع عن متن الاقناع، ج ۴، ص ۴، ۷۶۔ الحسبۃ فی الاسلام، ابن تیمیہ ص ۳۹۔ السیاسۃ الشرعیہ، ابن تیمیہ ص ۵۵

میں مجرم کے خلاف نفرت پیدا کرتا ہے اور مظلوم کے حق میں ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ سزا درحقیقت ایک معاشرتی رد عمل ہے، جو ارتکاب جرم کے خلاف بصورتِ سزا برپا ہوتا ہے۔ گویا معاشرہ سزا کی صورت میں مجرم سے انتقام لیتا ہے۔ کیونکہ جرم کا ارتکاب کر کے مجرم نے دراصل پورے معاشرے کی بے حرمتی کی ہوتی ہے۔ نیز اس سزا سے مظلوم کو بھی تسکین اور تسلی ہوتی ہے اور مجرم کے خلاف نفرت اور کراہیت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ مجرم جو سزا پاتا ہے اس سے ایک تو اس کے ارتکاب کردہ گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے، دوسرے اس کے نفس کی تطہیر ہو جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ معاشرے کا اجتماعی شعور تسکین پاتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ اس سزا کے ذریعے معاشرے میں انصاف قائم ہوتا ہے[۱۱]

مقاصد تعزیر کے منافی باتیں

اسلامی شریعت نے سزا دہی کے معاملے میں ان تمام چیزوں سے اجتناب کیا ہے جن میں مجرم کو اذیت دی جائے اور اس کی انسانیت تباہ ہو۔ نیز ہر اس سزا کی ممانعت کی ہے۔ جس میں انسان کا وجود ضائع ہو۔ یعنی جہاں وجود کا ضیاع از روئے قانون ضروری نہ ہو۔ کیونکہ اصول یہ ہے کہ تعزیری سزا بذریعہ ہلاکت نفس نہ دی جائے گی اور سزا بہر حال بحد مناسب ہو گی۔ سزا متعین کرتے وقت جرم اور مجرم دونوں کے حالات کو پیش نظر رکھا جائے گا۔ اور اذیت دہی، انسانیت کی تباہی اور ہلاکتِ نفس ایسے امور میں داخل ہے، جس کا شریعت کے مقرر کردہ اغراض تعزیر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ زیلعی نے شرح الکنز میں اس روش کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں: "تعزیری سزا کا مقصد تادیب و ترتیب ہے۔ ایسی سزا دیتے وقت مجرم کا ہلاک و برباد کر دینا جائز نہیں ہے۔ اس

---

[۱۱] فصول الاستروشنی فی التعزیر ص ۲ - حاشیہ ابن عابدین جز ۳، ص ۱۸۳ - السندی، ج ۷، ورقہ ۵۹۸، ص ۲، ورقہ ۶۰۱، ص ثانیۃ، ورقہ ۶۰۲ ص ۱ - کشاف القناع عن متن الاقناع، ج ۴، ص ۷۲، ۷۳، لکھتے ہیں: "تعزیری سزا بھی مظلوم کے لئے ایک قسم کا قصاص ہوتا ہے اور اس طرح مجرم سے گویا اس کا حق لیا جاتا ہے۔

سزا کے نفاذ میں شرط یہ ہے کہ مجرم صحیح سلامت رہے"۔[۱۲] مثلاً کوڑوں کی تعزیری سزا میں یہ ضروری ہے کہ مجرم ہلاک نہ ہو۔ کیونکہ اگر مجرم ہلاک ہوگیا تو یہ سزا کوڑوں کی تعزیری سزا نہ رہے گی۔ لہذا کوئی ایسی سزا جس کے نتیجے میں آدمی کے ہلاک ہونے کا احتمال ہو، ازروئے قانون ممنوع ہے۔ چاہے ہلاک ہونے کا احتمال آلۂ ضرب سے پیدا ہو یا مجرم کی ذات اور اس کی صحت کے نتیجے میں پیدا ہو یا اس مقام کی وجہ سے پیدا ہو جہاں ضرب کی سزا کا نفاذ ہو رہا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے ایسے مقاماتِ جسم پر ضرب کی سزا دینے سے منع کیا ہے جس سے انسان کے مرنے کا احتمال ہو۔

راجح قول یہ ہے کہ مجرم کے چہرے، شرم گاہ، پیٹ اور سینے پر مارنا منع ہے۔[۱۳]
بعض فقہاء نے تھپڑ (SLAP) کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس سے آدمی کی تذلیل و

---

[۱۲] شرح الزیلعی علی متن الکنز، ج ۳، ص ۲۱۱ لکھتے ہیں: "حد اور تعزیر کا مقصد تادیب ہے ۔۔۔۔ اس میں اتلاف منع ہے۔۔۔۔ اس کا نفاذ سلامتی مجرم سے مشروط ہے"۔ تبصرۃ الحکام، ابن فرحون ج ۲، ص ۳۶۹، اس میں لکھتے ہیں: "اس میں تعزیر اس حد تک جائز ہے کہ مجرم کے سلامت رہنے کا امکان اغلب ہو۔ اس سے آگے بڑھنا جائز نہیں ہے"۔ "مناسب یہ ہے کہ سزا دیتے وقت، بقدر ضرورت سزا پر اکتفا کیا جائے، جس قدر مجرم کو آئندہ سزا سے باز رکھنے کے لئے ضروری ہو۔ اس سے زیادہ سزا ہرگز نہ دی جائے"۔ نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج ج ۷، ص ۱۷۴۔ کشاف القناع عن متن الاقناع، ج ۷، ص ۷۴، لکھتے ہیں: جس شخص کو تعزیری سزا دی جائے، اس کے کسی عضو کو کاٹنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی اسے زخمی کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اسلامی شریعت میں کسی بھی معتبر شخص سے ایسی کوئی چیز منقول نہیں ہے۔ نیز تعزیری سزا دینے کا مقصد مجرم کی تادیب اور تربیت ہے۔ اور اگر اسے سرے سے مار ڈالا جائے تو تربیت کس کی ہوگی۔۔۔ المغنی، ابن قدامۃ ج ۱۰، ص ۳۴۷۔

[۱۳] فصول الاستروشنی فی التعزیر، ص ۲۱-۲۲

توہین ہوتی ہے اور یہ شریعت میں ممنوع ہے[14]۔ بطور تعزیر منہ کالا کرنے کی سزا کو بھی فقہاء نے حرام قرار دیا ہے۔ بعض فقہاء جھوٹی شہادت دینے والے کے لئے اس کے قائل ہیں۔ لیکن فقہاء کی اکثریت اس طرف گئی ہے کہ یہ سزا بھی منع ہے[15] کیونکہ یہ ایک طرح صورت بگاڑنا (DISFIGUREMENT) ہے جو شریعت میں ممنوع ہے۔ بطور تعزیر قتل کرتے وقت یہ ضروری ہے کہ آلۂ قتل تیز ہو تاکہ مجرم کی جان بسہولت نکل جائے۔ اس طرح کہ مجرم زندہ نہ بچ سکے۔ نیز آلۂ قتل کند بھی نہ ہو، کیونکہ اس طرح مجرم کا حلیہ بگڑ جاتا ہے اور یہ اسلامی شریعت کے مقاصد میں داخل نہیں ہے۔

جدید قوانین میں تصوّرِ سزا

مختلف ادوار میں سزا کے مقاصد مختلف رہے ہیں۔ مثلاً انتقام کا دَور، گناہ کے کفارے کا دور اس کے بعد تخویف اور لوگوں کو ارتکاب جرم سے روکنے کا دَور اور آخر میں اصلاح اور تربیت کا دَور ہے[16] البتہ اغراض و مقاصد کے اعتبار سے نظام سزا کے مختلف ادوار کی یہ تقسیم جس میں ہر دَور

---

[14] حاشیہ ابن عابدین، ج ۳، ص ۱۸۴ ۔ فصول الاستروشنی فی التعزیر۔ لکھتے ہیں: "بھیٹر لگانے کے ذریعہ تعزیری سزا دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تحقیر و تذلیل کا انتہائی طریقہ ہے۔"

[15] فصول الاستروشنی فی التعزیر، ص ۳۰۔ لکھتے ہیں: جھوٹی شہادت میں منہ کالا کرنے کی تعزیری سزا دینا بالاجماع ممنوع ہے۔" کشاف القناع، ج ۴، ص ۷۵ اور اس میں لکھتے ہیں: "نیز داڑھی منڈوانے سے تعزیری سزا دینا بھی ممنوع ہے کیونکہ یہ حلیہ بگاڑنا ہے۔ اور نہ ہی منہ کالا کرنا جائز ہے۔"

[16] الاحکام العامہ فی قانون العقوبات، مصنفہ ڈاکٹر سعید مصطفیٰ سعید طبع ۱۹۵۲ء مطابق ۱۳۷۱ھ ص ۸ اور اس کے بعد نیز ص ۵۲۱ تا ۵۲۳۔ اس حوالے میں بتایا گیا ہے کہ جدید نظام ہائے قانون میں انتقام اور تلافیٔ مافات (بدلہ) دونوں کو مقاصد کی فہرست سے نکال دیا

(باقی اگلے صفحہ پر)

کی کچھ خصوصیات بیان کی جاتی ہیں، مبالغہ آمیزی سے خالی نہیں ہے۔ درحقیقت اس تقسیم کا

(گزشتہ صفحہ سے آگے) گیا ہے۔ ان نظاموں میں جو اغراض ہیں وہ سب کی سب اصلاحی اور افادی قسم کی ہیں:

اصلاحی مقصد یہ ہے کہ سزا ایک قسم کا اجتماعی ردعمل ہے جو مجرم کے خلاف غضب اور مظلوم کے حق میں جذبات شفقت کے سبب سے پیدا ہوتا ہے۔

افادی مقصد یہ ہے کہ معاشرے کو مستقبل میں ایسے جرائم کے ارتکاب سے بچایا جائے۔ یہ ارتکاب مجرم کی جانب سے ہو یا کسی دوسرے کی جانب سے ہو اور سزا کے ذریعے یہ مقصد حاصل ہوتا ہے۔ مجرم ارتکاب جرم سے یوں باز رہ سکتا ہے کہ وہ اصلاح اور خوف سزا کی وجہ سے دوبارہ جرم کے ارتکاب کا تصوّر ہی نہ کرے گا اور وہ از خود ارتکابِ جرم سے باز رہے گا۔ کبھی یہ رکاوٹ اس طرح پیدا کی جاتی ہے کہ مجرم کو مستقبل میں ارتکاب جرم کے قابل ہی نہ رہنے دیا جائے۔ مثلاً یوں کہ اُسے معاشرے سے دُور کر دیا جائے۔ مجرم کے علاوہ دوسرے لوگوں کو یوں بچایا جاتا ہے کہ انہیں مجرم کی تقلید سے باز رکھا جائے اور ان کے دلوں میں اس جرم کے خلاف نفرت پیدا کی جائے اور یہ مقصد ارہاب اور تخویف کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ جس سے لوگوں کے حفظ جان و مال کا انتظام ہوتا ہے۔ القانون الجنائی القسم العام۔ الاستاذ علی بدوی ص ۱۱ اور اس کے بعد۔ اس میں لکھتے ہیں:

انسان کے بنائے ہوئے قوانین اپنی موجودہ شکل کو پہنچتے پہنچتے کئی ادوار سے گزرتے ہیں۔ بعض مصنفین نے ان ادوار کی تقسیم یوں کی ہے: انفرادی انتقام کا دَور (PERIODE DE LA VENGEANCE PRIVEE) خدائی اور عام انتقام کا دَور یعنی کفارے اور گناہ سے روکنے کا دَور (PERIODE VENGEANCE PUBLIQUE) (INTIMIDATION) VENGEANCE DIVINE) (EXPIATION) انسانی دَور (PERIODE HUMANITAIRE) اور علمی دَور (PERIODE

(باقی اگلے صفحہ پر)

مقصد یہ نہیں ہے کہ ان مقاصد کا ایک مخصوص زمانہ اور دور ہے اور اس زمانے اور دور میں سزا کے دوسرے مقاصد بالکل مفقود تھے۔ کیونکہ کسی دور میں بھی نظام سزا میں کسی ایک مقصد

(گزشتہ صفحہ سے آگے) (SCIENTIFIQUE) انفرادی انتقام کے دور کی خصوصیت یہی ہے کہ اس میں سزا کا اختیار خود فرد کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ سزادہی میں ان کا جذبہ یہ ہوتا تھا کہ آئندہ کے لئے کوئی بھی ان کے تشخص پر دست درازی نہ کرے۔ نیز اس سزادہی میں وہ مجرم سے بھرپور انتقام لینے کے جذبات بھی رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں انتقام کی کوئی حد مقرر نہ تھی۔ اور بعض اوقات انتقام حد ضرورت سے زیادہ ہوجاتا تھا اور اس کے نتیجے میں قبائل کے درمیان عظیم لڑائیاں چھڑ جاتی تھیں۔

الٰہی انتقام (DIVINE VENGEANCE) کا مقصد مجرم کو گناہ سے پاک کرنا ہوتا تھا۔ عام انتقام اور اجتماعی سزا کا مقصد یہ تھا کہ مجرم جرم سے باز رہے اور دوسرے لوگ اس کی سزا سے عبرت پکڑیں۔ انتقام اور عبرت آموزی کی بنیاد پر سزادہی کے نظام میں کئی نقائص تھے۔ مثلاً یہ کہ یہ سزا بہت ہی شدید اور حد سے بڑھی ہوئی ہوتی تھی۔ اور اس نظام میں سزائے موت بہت کثرت سے دی جاتی تھی۔ نیز اس نظام میں مجرم کا حلیہ بگاڑ دیا جاتا تھا اور سخت سنگدلی کا مظاہرہ کیا جاتا تھا اور مجرم کی اصلاح و تہذیب کا کوئی تصور اس نظام میں نہیں پایا جاتا تھا اور سب سے زیادہ یہ کہ اس نظام میں حکام اور ججوں کو سزائیں مقرر کرنے کے وسیع اختیارات حاصل تھے اور وہ ان اختیارات کو استعمال کرنے میں کسی ضابطے کے پابند نہ تھے۔

رہا انسانی دور تو درحقیقت اس میں سزادہی کے نظام میں اعتدال، شفقت اور مجرم کی اصلاح و تہذیب کے مقاصد داخل ہوئے۔ نیز اسی دور میں اجتماعی معاہدے کا نظریہ بھی ظہور پذیر ہوا۔ (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک فرد کو حکومت کے مقابلے میں ہر قسم کی آزادی حاصل ہے، البتہ اسے اپنی آزادی کے ایک معمولی حصے سے، اجتماعی اور معاشرتی ضرورت کی خاطر دستبردار ہونا پڑتا ہے اور یہ دستبرداری بھی اس کی اپنی سلامتی اور مفاد کے لئے ضروری۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ ان ادوار کا مقصد صرف یہ ہے کہ ان میں بعض مقاصد کو دوسرے مقاصد پر ترجیح دی گئی ہے۔ یعنی اس دَور میں یہ مقصد دوسرے مقاصد کے مقابلے میں اہم سمجھا گیا ہے۔

(گزشتہ صفحہ سے آگے) ہوتی ہے۔ نیز اسی دَور میں مشہور اطالوی مفکر بیکایا کا نظریہ سزا مقبول ہوا جس کے مطابق سزا کا عدل اور اجتماعی مصلحت کے مطابق ہونا ضروری ہے اور اگر سزا اجتماعی ضرورت سے زیادہ ہو تو وہ ظلم قرار پائے گی۔ نیز یہ کہ سزا کا مقصد ایذا رسانی اور گناہوں سے پاک کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد مجرم کو دوبارہ ارتکابِ جرم سے باز رکھنا اور دوسرے افراد معاشرہ کو عبرت دلانا ہے۔

علمی دَور میں اطالوی مدرسۂ فکر سامنے آیا۔ اس مدرسۂ فکر کی اساس درج ذیل افکار پر ہے:

۱۔ سزا کا ایک علمی مقصد اور وظیفہ ہے۔ یعنی معاشرے کو جرائم سے بچانا۔ یہ مقصد اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ مجرم کو دوبارہ ارتکابِ جرم سے باز رکھا جائے اور دوسرے لوگوں کو اس کی مطابعت کرنے سے روکا جائے۔ پہلے طریقے کو مخصوص بچاؤ (SPACIAL PREVENTION) اور دوسرے طریقے کو (GENERAL PREVENTION) کہتے ہیں۔

۲۔ یہ کہ تمام جرائم اپنی نوعیت، مدتِ وقوع اور نظم کے اعتبار سے، ایسے نہیں ہوتے کہ ان میں تمام مجرمین کو ایک سطح پر تصور کیا جائے اور ان کی حالت ایک جیسی متصور ہو، اور یہ کہ جرم کے حدود صرف جرم سے متعین ہوں گے اور ان میں مجرم کے حالات کا کوئی بھی لحاظ نہ رکھا جائے گا۔ بلکہ جرم کو علمی مشاہدات اور علمی تجربات کی روشنی میں دیکھا جائے گا۔ مثلاً جرم کے ارتکاب کے واقعات، وہ حالات جن میں جرم کا ارتکاب ہوا۔ وہ اسباب جن کی وجہ سے جرم کا ارتکاب ہوا، اور خود مجرم کی حالت کو بھی مدنظر رکھا جائے گا۔

۳۔ یہ کہ معاشرے کو جرائم کے خلاف جنگ کرتے وقت ان اسباب کا بھی قلع قمع کرنا چاہیے جو ارتکاب جرائم پر منتج ہوتے ہیں تاکہ اچھے طریقے سے ان کا مقابلہ کیا جا سکے اور معاشرے سے

(باقی اگلے صفحہ پر)

مثلاً انفرادی انتقام کا دَور جو تمام ادوار میں سب سے پہلے آتا ہے، وہ کفارۂ گناہ کے تصور سے بالکل خالی نہیں رہا ہے۔ اور نہ یہ کہ اس دَور میں تخویف اور دوسرے لوگوں کی عبرت آموزی

(گزشتہ صفحہ سے آگے) انہیں ختم کیا جا سکے۔

اس کے بعد توفیقی مکتب فکر سامنے آیا۔ اس مکتب نے مکتب قدیم مدرسہ فکر یعنی نظریہ عدل اور انفرادی آزادی اور جدید مدرسہ فکر یعنی جرائم کے مقابلے میں معاشرے کی مدافعت کے قدیم و جدید مدرسہ ہائے فکر کے درمیان موافقت پیدا کی۔ اس تیسرے مدرسہ فکر کی بنیاد اس نظریہ پر ہے کہ سزا کے دو مقاصد ہوتے ہیں۔ ایک قیام عدالت یعنی سزا کو اپنی شدت کے اعتبار سے جرم کی مقدار اور اہمیت سے زیادہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور اجتماعی مدافعت کا مطلب یہ ہے کہ سزا کا تعین مجرم کے میلان جرم اور معاشرے کے لئے اس کی خطرناکی اور مضرت پر مبنی ہونا چاہیئے۔

مذکورہ بالا حوالہ میں یہ کہا گیا ہے کہ دَورِ جدید میں سزا دہی کا جواز قیام عدل اور معاشرہ کی حفاظت کے مقاصد کے تحت پیدا ہوتا ہے، اور عدل کا مقتضا یہ ہے کہ سزا مجرم کی خطا سے متناسب ہو اور اس میں مجرم کی حالت کی خطرناکی اور دوسرے مقاصد پیش نظر نہیں رکھے جاتے اور ایسی ہی سزا صحیح معنوں میں سزا ہوتی ہے۔ نیز معاشرہ کے بچاؤ کے مقصد کے پیش نظر یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ سزا کو مجرم کی خطرناک حالت اور اس کے میلان جرم کے متناسب ہونا چاہیئے اور اس میں اس کے اونچے ارادوں اور جرم کی مقدار کا لحاظ نہیں رکھنا چاہیئے۔ اس صورت میں جو سزا بھی دی جائے اس کا مقصد معاشرہ کا بچاؤ اور امن کا قیام ہوگا۔ سزا کی ان دو بنیادوں سے دو فرائض پورے ہوتے ہیں۔ پہلا اخلاقی یعنی عوامی شعور کو اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہ معاشرے کی امن و سلامتی کی ضمانت دے۔ اور اس صورت میں عوام کے جذبۂ انتقام کو بھی تسکین ملتی ہے۔ اور دوسرا اجتماعی یعنی مجرم کو تخویف، اصلاح نفس اور اسے معاشرے سے ہٹا دینے کے ذریعے دوبارہ ارتکاب جرم سے باز رکھا جائے اور اس کے خلاف اٹھائے جانے والے اقدامات کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی ارتکاب جرم سے بطور عبرت آموزی باز آجائیں۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

کے مقاصد ناپید تھے۔

جدید قوانین کے ماہرین میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ دورِ جدید کے مقاصد سزا میں، ذاتی انتقام اور کفارہ گناہ کے مقاصد مفقود ہو گئے ہیں۔ اب سزا کا مقصد صرف اصلاح و تہذیب اور عبرت آموزی ہی ہے۔

تقابلی مطالعہ

دورِ جدید کے قوانین کے اغراض و مقاصد کے اس مختصر بیان کے بعد اس بات کا اظہار مناسب ہو گا کہ اسلامی شریعت نے ان تمام قوانین سے بہت پہلے ذاتی انتقام کو سزا کے اغراض و مقاصد سے خارج کر دیا تھا۔ کیونکہ اسلامی قانون نے سزا دہی میں بطورِ انتقام سنگدلی اور مجرم کا حلیہ بگاڑنے کی سخت ممانعت کی ہے۔ نیز اسلامی قانون میں تعزیری سزاؤں کی تشریع کے جو اسباب ہیں، وہ عموماً ان اسباب سے جدا نہیں جو جدید قوانین میں زمانۂ قدیم سے زمانۂ حال تک کی انقلابی تبدیلیوں کے نتیجے میں سامنے آئے ہیں۔ بلکہ اسلامی شریعت

(گزشتہ صفحہ سے آگے) دیکھئے موجز القانون الجنائی۔ مصنفہ ڈاکٹر علی راشد طبع ۱۹۵۱ء، فقرہ ۴۳۹۔ اس میں لکھتے ہیں کہ سزا کے مقاصد کو یوں مختصر کیا جا سکتا ہے:

۱۔ افادی مقصد، یعنی معاشرے کو جرائم کی مضرت سے بچانا اور یہ مقصد یوں حاصل ہوتا ہے کہ مجرم کو زجر و اصلاح کے ذریعے دوبارہ ارتکاب جرم سے باز رکھا جائے۔ اسے "منع خاص" (SPACIAL PREVENTION) کہتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کو بذریعہ ارہاب و تخویف اور عبرت آموزی ارتکاب جرم سے باز رکھا جائے اور اسے منع عام (GENERAL PREV-ENTION) کہتے ہیں اور اس مقصد کا تقاضا یہ ہے کہ سزا مقدار جرم سے متناسب ہو۔

۲۔ دوسرا مقصد اخلاقی ہے یعنی قیامِ عدل اور یہ دو طرح سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک طرف مجرم کو اس کے جرم پر سزا دینے سے اور دوسری طرف اس کے خلاف معاشرے میں پیدا ہونے والے اجتماعی شعور کی تسکین سے۔ اور اس مقصد کا تقاضا یہ ہے کہ شدت کے لحاظ سے سزا مجرم کی ذمہ داری اور مسئولیت سے متناسب ہو۔

وہ مزید لکھتے ہیں کہ مصر کا قانون جرائم ان دو بنیادی مقاصد یعنی قیام عدل اور معاشرتی مصلحت کے درمیان توافق پیدا کر کے مرتب کیا گیا ہے۔

دورِ جدید کے تمام نظاموں سے، بعض پہلوؤں کے لحاظ سے، اس قدر ممتاز ہے کہ اس نے بعض سخت جرائم کو ایک متعین ذریعے اور طریق اصلاح سے بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا علاوہ ازیں اسلامی شریعت نے مجرم کی اصلاح اور اس کے اندر دینی جذبہ پیدا کرنے کی انتہائی کوشش کی تاکہ اسلامی معاشرہ سے فساد اور بدامنی ختم کی جاسکے۔

(عربی کتاب "التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ" سے ماخوذ)

▼

آغا شورش مرحوم

۲۴ اور ۲۵ اکتوبر کی درمیانی شب آغا شورش کاشمیری دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کو رحلت کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آغا صاحب ایک عرصہ سے ذیابیطس کے مرض میں مبتلا تھے لیکن ان کی موت حرکتِ قلب بند ہونے سے واقع ہوئی۔ رحلت کے وقت مرحوم کی عمر ۶۱ برس تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی رحلت کے لئے یقیناً یہی دن مقرر کر رکھا تھا۔ لیکن ہم اہلِ زمین ابھی ان کی موت کے لئے تیار نہ تھے شاید اس لئے کہ ہمیں ابھی ان کی ضرورت تھی۔ اس لئے ان کے سانحۂ ارتحال کو بے وقت کی موت ہی کہا جائے گا اور پھر ہم انسانوں کے لئے تو ہر موت ناگہانی اور بے وقت ہی ہوتی ہے ؎

جائے حسرت سرائے فانی ہے　　　　مورد مرگِ ناگہانی ہے

آغا شورش کاشمیری کی موت کو پاکستان کے قومی حلقوں میں جس طرح محسوس کیا گیا وہ آغا صاحب کی قومی اور ملی خدمات کا ایک ادنیٰ اعتراف ہے۔ آغا صاحب کی بے وقت موت سے ہماری قومی زندگی میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پورا ہونا محال ہے۔ قومی زندگی کے مختلف شعبوں میں ان کی گرانقدر خدمات کو آسانی سے فراموش نہیں کیا جاسکے گا۔ وہ ایک باشعور ادیب، بلند پایہ شاعر، شعلہ نوا مقرر اور نامور صحافی تھے لیکن ان کا سب سے نمایاں وصف یہ تھا کہ انھوں نے اپنے دل و دماغ کی جملہ صلاحیتوں کو ملک و ملت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ وہ اسلام، مسلمانوں اور پاکستان کے سچے فدائی تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ملی خدمات کو شرفِ قبول عطا کرے اور انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین!